جیسے شراب وغیرہ) محصول لگانا - یا مکانون یا اور استعمالی چیزون (گہی گہوڑے) یا انسی صر
پر ٹکس لگانا یا زرعی زمین پر خراج مقرر کرنا شرع انکو باطل نہین کرتی اور ان کامون مین
اگر اہل اسلام حکام کی ملازمت اختیار کرین یا بلا معاوضہ ان کامون کی کمیٹیون کے
ممبر ہو جاوین تو ادنکو اسمین گناہ نہین ہے -

یہہ بات ہم نے اسلئے جتادی ہے کہ آجکل لوکل سلف گورمنٹ یعنی مقامی خود حکومتی
وخود مختاری کی کمیٹیون کی تجویز ہو رہی ہے اون کمیٹیون مین شامل ہونے سے ہمارے
بعضے ناواقف بہائیون کو معصیت کا خوف ہے -

وہ صاحب اس فتوی کو غور سے پڑہین اگر اوسمین وہ اپنے خیال کی غلطی سے اطلاع پاوین
تو اُن توہمات و تشکیکات سے باز آوین - اور مسلمانون کو ان کمیٹیون کا ممبر بننے سے نہ روکین
انکی اس حالت ذلت پر ترحم فرماوین - اور اگر اسمین کچہہ عذر رکہتے ہین تو اس سے ہمکو
خاص طور پر اطلاع دین -

اور نوکریون کے باب مین ہم ایک جداگانہ فتوی تحریر مین لاتے ہین -

سوال

مسلمانون کو کفار کی نوکری جائز ہے یا ناجائز اور مسلمان اور کافر کی نوکری مین کچہہ
فرق ہے ؟

جواب

جو کام مسلمانون کو بجائے خود کرنا جائز ہے اوسمین اوسکو نوکری (مسلمان کی ہو
یا اَور مذاہب والون کی) بہی درست ہے اور جو کام بجائے خود کرنا ناروا ہے اسمین کسیکی
(مسلمان ہو یا غیر) نوکری بہی جائز نہین - اسمین کفر و اسلام کو کچہہ دخل نہین اور مسلمان
اور غیر مسلمان مین کچہہ فرق نہین - جواز و عدم جواز کا مدار و مناط اصل کام کا جائز یا ناجائز
ہونا ہے -

١ کافر ایسا وسیع لفظ ہے کہ ہر فرقہ اپنے مخالف کو کافر کہہ سکتا ہے بلکہ معنی لغوی کے لحاظ سے تو ہر فرقہ اپنے آپ کو دوسرے کی مذہب کا منکر کافر یعنی منکر
کہتا ہے اسی محاورہ سے انبیا نے دین مشرکین سے انکار کرکے انکو کفر کہا ہے - دیکہو اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۴ صفحہ ۱۹ نیز اس لفظ کو

پہر جس کام کو ناجایز قرار دین اسکا بالیقین ناجایز ہونا ضروری ہے عدم جواز کا محتمل ہونا کافی نہین لہذا جو کام جواز و عدم جواز دونون کا احتمال رکہتا ہے اور مسلمان کو اسکے عدم جواز کا علم نہین ہے وہ کام اوسکو بجائے خود یا کیسکی نوکری سے کرنا ناجائز نہ ہوگا ۔

اسکی مثال تلوار بنانا ہے جو ایک گناہ بہی ہوسکتا ہے جبکہ اس تلوار کو بے محل استعمال کرنے اور اوسکے ساتہہ کسی بیگناہ کا سر کاٹنے کے لئے بنایا جاوے اور وہ باعث و موجب ثواب بہی ہوسکتا ہے جبکہ وہ ظالم انسان یا موذی حیوان کے سر کاٹنے کو بنائی جاوے ۔ یہہ کام مسلمان کو اپنے لئے بہی جایز ہے اور دوسرکا نوکر ہوکر بہی درست ہے بشرطیکہ اوسکو اس بات کا یقین نہ ہو کہ جو شخص (مسلمان یا کافر) جیسے تلوار بنائیگا وہ اسکو بے محل استعمال مین لادیگا ۔ گو پیچہے کر وہ بیمحل ہی استعمال مین لائی جاوے ۔

ایسی ہی اور بہت سی مثالین ہین جیسے اناج بونا یا درخت لگانا یا غلہ فروخت کرنا یہہ کام گناہ بہی ہوسکتے ہین جبکہ زمین کی پیداوار یا درخت کے پہل یا غلہ کی قیمت کو بیمحل صرف کیا جاوے اور اسی نیت سے اون چیزون کو پیدا کرنیکے لئے وہ کام کئے جاوین اور یہہ کام طاعت و موجب ثواب بہی ہوسکتے ہین جبکہ ان سے کار خیر کا ارادہ کیا جاوے لہذا یہہ کام مسلمانون کو اپنے لئے بہی کرنے جایز ہین اور انمین دوسرون (مسلمان ہون یا کافر) کی نوکری بہی درست ہے جس حالین کہ اون کو یہہ علم نہ ہو کہ جو شخص ان سے یہہ کام کراتا ہے وہ اِن کامون سے گناہ کرنیکا ارادہ رکہتا ہے ۔

اِن مثالون سے جس صورت کو ہمنے ناجایز کہا ہے وہ بعینہ قرآن و حدیث مین وارد ہے اور سلف و خلف علمائے اسلام کے اقوال و افعال اسکے جواز پر شاہد ہین ۔

قرآن مین ارشاد ہے کہ یوسف علیہ السلام نے (مصر کے) بادشاہ (ریان بن الولید) سے کہا کہ تو مجہے اس سرزمین کے خزانون (غلات و اموال | قال اجعلني على خزائن الارض (سورہ یوسف)

وغیرہ) پر مختار کر دی۔

عامہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ریان بن الولید (اسوقت کا) بادشاہ مصر کا فر تہا پیچہ کر یوسف ع پر ایمان لایا۔ اور عام مصریونکا اسوقت بت پرست ہونا اور حضرت یوسف کا قیدیوں کو یہہ کہنا کہ مین اوس قوم کے ملت پر نہیں ہون جو خدا پر اور پچہلے دن پر ایمان نہین رکہتے اور خدا تعالی کا حضرت یوسف * کی شریعت یعقوبی مین سزای چوری کو بادشاہ کے دین سے مخالف کہنا عام مفسرین کے بیان کی تصدیق کرتا ہے۔

اسی سے مفسرین نے مسلمان کے لئے کافر کی ایسی نوکری کا (جسمین حق کی قامت ہو) جواز نکالا ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہے:

لقائل ان يقول لم طلب يوسف عليه السلام الامارة والنبي صلعم قال لعبد الرحمن بن سمرة لا تسأل الامارة وايضاً فكيف طلب الامارة من سلطان كافر (الى ان ذكر اسئلة اخرى ثم قال) فهذه اسئلة سبعة لابد من جوابها فنقول الاصل في جواب هذه المسائل ان التصرف في امور الخلق كان واجباً عليه فجاز ان يتوصل اليه باي طريق كان (الى ان اثبت الاجوبة بدلائل ثلثة۔ (تفسیر کبیر صـ جلد ۵)

یہان کوئی سوال کر سکتا ہی کہ حضرت یوسف ع نے خزائن کی امارت کیون چاہی آنحضرت نے تو امارت طلب کرنیسے منع کیا ہے (۲) امارت بہی کافر بادشاہ سے چاہئے۔ اسی قسم کے سات سوال ہین انکا جواب یہہ ہی کہ لوگون کے کامون مین تصرف ان پر واجب تہا یعنی یہہ کام انکا اپنا فرض تہا۔ پہر اسکو جس طرح سے چاہا حاصل کیا پہر اسکے وجوب اور دوسری اداؤنکا صحیح ہونا تین دلائل سے ثابت کیا ہی اور یہہ وہی بات ہوئی جو ہمنے کہا ہے کہ نوکری مین کفر و اسلام کا کچہہ دخل نہین ہے۔ اسمین اصل فعل کو دیکہنا چاہئے جیسا اصل فعل ہوگا ویسا ہی حکم ہوگا (یعنی جواز یا عدم جواز جیسی صورت ہو)۔

تفسیر فتح البیان (جو تفسیر فتح القدیر امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا خلاصہ ہے) مین فرمایا ہی

طلب یوسف منه ذلك ليتوصل

کہ یوسف ع نے مصر کے خزائن (طعام واموال) کی

الی نشر العدل ودفع الظلم ویتوسل به
الی دعاء اهل مصر الی الایمان بالله تعالے
وترك عبادة الاوثان وفیه دلیل علی انه
یجوز لمن وثق من نفسه اذا دخل فی
امر من امر السلطان ان یرفع منار الحق
ویهدم ما امکن من الباطل ان یطلب
ذلك لنفسه .... ولکنه یعارض هذا
الجواز ما ورد عن النبی صلے الله علیه وسلم
من النهی عن طلب الولایة والمنع من تولیة
من طلبها او حرص علیها وکان یوسف
طلبه ابتغاء لوجه الله لا لحب الملك
والدنیا ـ وبهذا یجمع بینهما الی ان قال
وقد استدل بهذه الایة علی انه یجوز
تولی الاعمال من جهة السلطان الجائر
بل الکافر لمن وثق من نفسه بالقیام
بالحق وقد قدمنا الکلام مستوفی علی هذا
فی قوله سبحانه ولا ترکنوا الی الذین ظلموا
وقال مجاهد ولم یزل یوسف یدعو الملك
الی الاسلام ویتلطف به حتی اسلم الملك

سرداری اسلئے چاہی کہ وہ اسکے سبب سے عدل پھیلاین
اور ظلم اوٹہادین اور اسکے ذریعہ سے مصریون کو
ایمان کیطرف بلادین اور ان سے بتون کی عبادت
چہوڑادین ـ اسمین اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ جو
کوئی اپنے نفس پر اعتماد رکہے کہ امور سلطنت مین
دخیل ہوگا تو حق کو عزت دیگا اور باطل کو جہانتک
ہوسکا مٹادیگا تو اوسکو ان امور کا طلب کرنا جایز
ہے مگر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امارت طلب
کرنیکی ممانعت آئی ہے وہ اسکے مخالف ہے
ولیکن اسمین یون تطبیق ہوسکتی ہے
کہ یوسف علیہ السلام نے ذاتی غرض کے لئے
امارت نہین چاہی"۔ پہر فرمایا "علماء نے اس سے
استدلال کیا ہے کہ ظالم بلکہ کافر بادشاہ کی
نوکری جایز ہے اس شخص کے لئے جو اپنے نفس
پر قایم رہنے کا اعتماد رکہتا ہو ۔ اس بات مین پوری
بحث ہم آیہ ولا ترکنوا الخ کے ذیل مین کرچکے
ہین ۔ مجاہد تابعی نے کہا ہے کہ یوسفؑ بادشاہ
کو اپنے دین کیطرف بلاتے رہے یہانتک کہ وہ مسلمان
ہوگیا اور بہتیرے اور بہی ـ

(فتح البیان جلد ۵ صفحہ ۴۱۸)

اور جو اسمین بذیل آیہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا کہا ہے اسکا حاصل یہی ہے

وقیل انها عامة فی الظلمة من غیر فرق | کہ اس آیت مین عام ظالمون (کافرہون خواہ مسلم

بين كافر ومسلم وهذا هو الظاهر
من الاية فان قلت قد وردت الادلة الصحيحة
بوجوب طاعة الائمة والسلاطين
والامراء وظاهر ذلك انهم وان بلغوا
في الظلم الى اعلى مراتبه وفعلوا اعظم
انواعه مما لم يخرجوا به الى الكفر البواح
فان طاعتهم واجبة فان اعتبرنا
مطلق الميل والسكون فمجرد هذه
الطاعة المامور بها مع ما تستلزمه
من المخالطة هي ميل وسكون وان
اعتبرنا الميل والسكون ظاهرا وباطنا
فلا يتناول النهي في هذه الاية من مال
اليهم في الظاهر لامر يقتضي ذلك شرعا كالطاعة
او للتقية ومخافة الضرر او لجلب مصلحة عامة
او خاصة او دفع مفسدة عامة او خاصة قلت الطاعة
على عمومها لجميع اقسامها حيث لم تكن في معصية الله
فهي على فرض صدق مسمى الركون عليها مخصصة
لعموم النهي عنه بادلتها التي قدمنا الاشارة
اليها ولا شك في هذا ولا ريب فكل من امروه ابتداء
ان يدخل في شيء من الاعمال التي امرها اليهم مما لم يكن
من معصية الله كالمناصب الدينية ونحوها اذا وثق

کی اطاعت ومیلان کا حکم بیان ہوا ہے اور
یہی اس آیت کے ظاہری معنے ہین لیکن اگر
ہر قسم کی اطاعت ظالمون کو اس میلان
ممنوع مین داخل سمجھا جاوے تو اس سے ان
احادیث کا خلاف ہوتا ہے جنمین فاسق اور
ظالم مسلمان بادشاہون کی اطاعت کا حکم
آچکا ہے لہذا ضرور ہوا کہ اسمین وہ اطاعت
داخل نہ کیجاوے جس مین معصیت متصور
نہ ہو پس جسکو وہ ظالم ایسے امور مین مامور
کرین جو گناہ نہ ہو بلکہ اس مین ادائے
واجب متصور ہو تو ان کامون مین ان کی
اطاعت واجب ہی نہ صرف جائز۔

رہا اُن ظالمون سے میل جول سو اگر کسی
خاص یا عام مصلحت کے لئے ہو تو بشرطیکہ
اُن کے ظلم پر دل سے خوشی نہ ہو بلکہ کراہت
جائز ہے۔

اسمین یہی ہمارے اس بیان کی تصدیق
ہے کہ نوکر کے کام کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسا ہے
(طاعت ہے یا معصیت) اس شخص پر جسکی
نوکری کیجاوے نظر وخیال ضروری
نہین ہے۔

دوسری دلیل صحیح بخاری مین ایک باب مقرر کیا ہے جسکا عنوان یہ ہے

باب هل یاجر الرجل نفسه من مشرك في ارض الحرب۔	کہ کیا مشرک کی نوکری یا مزدوری اونکی زمین یا ملک مین جایز ہے۔
حدثنا عمر بن حفص ثنا ابي ثنا الاعمش عن مسلم عن مسروق قال ثنا خباب قال كنت رجلا قينا فعملت للعاص بن وائل فاجتمع لي عنده فاتيته اتقاضاه فقال لا والله لا اقضيك حتى تكفر بمحمد فقلت اما والله حتى تموت ثم تبعث فلا۔ قال واني لميت ثم مبعوث قال نعم قال فانه سيكون لي ثم مال وولد فاقضيك فانزل الله افرايت الذي كفر باياتنا وقال لاوتين مالا وولدا۔ (صحیح بخاری جلد ۳ ذکر السیف ص ۶۹۱)	پہر اسکے جواب اور ثبوت مین خباب رضی اللہ تعالےٰ صحابی سے یہہ حدیث نقل کی ہے کہ اونہون نے کہا کہ مین لوہار کا کام کیا کرتا تہا۔ پس مینے عاصی بن وائل (رئیس مشرکین مکہ) کے لئے تلوار بنا ئی۔ جب میرا حق اوس کے پاس جمع ہوا تہا تو مین اسکے تقاضے کے لئے اوس کے پاس گیا اوس نے کہا کہ جبتک تو محمد رسول اللہ سے منکر نہ ہوجائیگا تیرا حق نہ دون گا۔ مینے جواب دیا بخدا مین اسوقت تک کہ تو مرے اور پہر اوٹہے اون سے منکر نہ ہون گا۔ وہ بولا مین مرون گا توپہر کیا اوٹہایا جاون گا؟ خباب نے کہا ہان تو اوٹہایا جاویگا۔ وہ بولا وہان میرا مال بہی تو میرے پاس ہی ہوگا مین وہین تب اوسکا حق ادا کردونگا۔ تب پر خدا نے یہہ قول نازل فرمایا۔ تو نے اسکو بہی دیکہا جو

ہماری آیتون سے منکر ہوا اور بولا (قیامت کے دن) مین مال و اولاد دیا جاؤنگا۔

اس حدیث کی شرح مین عسقلانی اور قسطلانی نے شروح بخاری مین کہا ہے اس حدیث

ووجه الدلالة ان العاصي كان مشركا وكان خباب اذ ذاك مسلما	سے ملازمت (یا اجرت) مشرکین اس جیسی جایز معلوم ہوتی ہے کہ عاصی مشرک تہا اور خباب اسوقت

ومکہ حینئذٍ دار حرب واطلع علیہ النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم واقرہ۔ (قسطلانی صفحہ ۱۵۳ وشلہ فی الفتح)	مسلمان تہا اور مکہ اسوقت دار الحرب تہا اور اس فعل خباب پر آنحضرت (مین کہتا ہون خود خدا تعالی) مطلع ہوے اور اوس کو مسلم وبرقرار رکہا۔

اسی کلام کے **متصل** ان کتابون مین یہہ بہی کہاہے مگر اسمین احتمال ہے کہ؛ یہہ جواز ملازمت (یا اُجرت) حالت ضرورت مین ہو یا یہہ مشرکین سے لڑنے کی

ولکن یحتمل ان یکون الجواز مقیدا بالضرورۃ وقبل الاذن بقتال المشرکین والامر بعدم اذلال المومن نفسہ۔	اجازت سے اور مومن کو ذلیل نہ ہونے کے حکم سے پہلے ہو یعنے پیچہے کو یہ حکم جواز منسوخ ہوگیا ہو۔

ولیکن ہم ان ہی کتابون کے دس بیس ورق آگے پیچہے سے الٹکر دیکہتے

النسخ لا یثبت بالاحتمال۔ (قسطلانی جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ وصفحہ ۳۳۶ وغیرہ)	ہین تو اسمین صاف لکہا ہوا پاتے ہین کہ؛ صرف احتمال سے نسخ ثابت نہین ہوتا

ومعہذا یہہ احتمالات بھی ضعیف وبلا وجہ ہین۔

حالت ضرورت سے مقید ہونے کا احتمال تب باوجہ ہوتا ہے جبکہ ممانعت ملازمت یا اجرت کفار کسی دلیل سے ثابت ہوتی اور جس حالت مین اس ممانعت پر کوئی دلیل قائم نہین ہوئی اور نہ کیسنے پیش کی ہے تو جواز کو حالت ضرورت پر محمول کرنیکا احتمال کیا معنی رکہتا ہے؟

لڑائی کے حکم سے جواز کے اوٹہہ جانیکا احتمال بہی بلاوجہ ہے۔ کفار سے لڑائی کرنیکا حکم ایسا عام نہین ہے کہ اس سے عام کافرون کی ملازمت یا آجرت کی ممانعت ثابت ہو جن کفار سے باتفاق مسلمانان روئی زمین لڑائی کرنیکا اسبتک حکم نہین (جیسی عورتین یا بڈہے لوگ یا راہب گوشہ نشین جنسے مسلمانون کو خوف ایذا نہ ہو یا کفار محاربین

جنسے مسلمانوں کا عہد و پیان مصالحت ہوچکا ہو خواہ وہ اپنے جائے سلطنت و حکومت مین ہون خواہ مسلمانوں کے رعایا اور امان مین ہون) اون کی نوکری کو لڑائی کے حکم کے کیا مزاحمت و ممانعت ہے کہ اس سے اسکا رفع و منسوخ ہونا متصور ہو۔

مومن کے ذلیل نہ ہونے کی بابت اگر بالفرض کوئی عام حکم کتاب و سنت مین وارد ہوا ہے تو اس سے صرف ان نوکریون اور راجبرتون کی ممانعت اور منسوخیت ثابت ہوگی جنمین مسلمان کے ذلت متصور ہے جیسی خدمتگاری یا کفش برداری نہ ان نوکریون اور راجبرتون کے ممانعت و منسوخیت جو اس قسم سے نہین ہین جیسے خباب صحابی کا تلوار بنانا یا حضرت یوسفؑ کا بادشاہ مصر کا نائب بنجانا۔

اور اگر کسیکو یہ ادعا ہے کہ کفار سے کسی قسم کا معاملہ (جسمین انکی عزت یا شوکت یا خاطرداری و تابعداری پائی جاوے۔ یا اُن کے سامنے مسلمان کا مغلوب یا زیر یا محتاج ہونا متحقق ہو) جایز نہین اور اسمین مسلمانون کی ذلت اور کفار کی عزت متصور ہے تو اس پر کتاب و سنت کی شہادت پائی نہین جاتی۔

ہرچند بعض موقعون پر† کفار کے سامنے دب جانے یا اُن کی توقیر کرنیکی ممانعت آچکی ہے اور اونکو دبانے اور خود ان پر غالب رہنے کی ترغیب وارد ہے مگر وہ ترغیب و ممانعت ہر موقع کے لئے نہین ہے اور نہ ہر کافر کی نسبت ہے۔ بہتیرے مشرک اور کافر ایسے ہین کہ وہ اس ترغیب و ممانعت سے مخصوص و مستثنیٰ ہین اور بہت سے موقعوں پر خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور انکے پیروان مقبول کے کفار و مشرکین کے ساتھ ایسے معاملات

† جیسا آیت "اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین" و حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون" اور ولنخرجنھم منھا اذلۃ وھم صاغرون اور احادیث مثلا لا تبدأوا الیھود والنصاریٰ بالسلام۔ واذا لقیتم احدھم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ۔ وانا لا نستعین بمشرک۔ وغیرہ۔ مین کو وارد ہے۔

ہوئے ہین جنمین کفار کی تذلیل نہین ہے بلکہ اُن کی خاطرداری و توقیر پائی جاتی ہے
انکی تفصیل کا اصلی محل تو ہمارا رسالہ **الاقتصاد فی مسایل الجہاد** ہے
اسمقام مین چند تمثیلات ان معاملات کی ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔

(۱) خداتعالی نے فرمایا ہے کہ اگر کفار تجہ سے (اے پیغمبر) صلح کے لئے جہکین تو

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله	توبہی جہک جا اور خداتعالی پہ بہروسا کر ظاہر

ہے کہ صلح مین ہر ایک فریق دوسرے فریق کے آگے کسیقدر دب جاتا ہے اور ایکدوسرے کو
ذلیل نہین کرتا خصوصاً جبکہ وہ صلح مال پر نہ ہو۔

(۲) خداتعالے نے بعض کفار (والدین واقارب وذوی الارحام) سے ایسا ہی صلہ

واخفض لهما جناح الذل من الرحمة (بنی اسرائیل)	وفروتنی کا حکم دیا ہے جیسا کہ مسلمان والدین
ووصينا الانسان بوالديه وان جاهداك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما في الدنيا معروفا۔ (لقمان ع)	واقارب سے۔ انمین اُن مین فرق صرف اتنا ہے کہ کفار سے دین مین دوستی وشراکت واعانت نہ کرین۔

(۳) خداتعالی نے اون کفار سے جو مسلمانون کے ساتہہ دین پر نہین لڑے نیکی اور دوستی

لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم وتقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين۔ انما ينهاكم عن الذين قاتلوكم في الدين واخرجوكم من دياركم وظاهروا على اخراجكم ان تولوهم (الممتحنہ ع)	سے منع نہین کیا بلکہ اُن کفار سے نیکی اور دوستی سے منع کیا ہے جو† دین پر اون سے لڑین اور اون کو گہرون سے نکال دین اور اون سے لڑنے والون کو مدد دین۔

† اس آیت سے یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ جو آیات لا تجد قوما یؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله (مجادلہ ع ۳) ومن يتولهم منكم فانه منهم (مایدہ ع ۸ توبہ ع ۳) وغیرہ) مین کفار کی دوستی کو کفر ٹہرایا ہے اس سے دین کی دوستی مراد ہے یعنی دین کی نظر سے انکی محبت کہنا اور انکے دین کو پسند کرنا (دیکہو تفسیر کبیر صفحہ ۲۴۵ جلد ۲)

(۴) خدا تعالے نے اہلکتاب عورتون کا نکاح مسلمانون کے لئے مباح کردیا ہے اور

الیوم احلت لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب (مایدہ ۲۶)

اور منکوحہ عورتون سے جو کچھہ محبت واعزاز واکرام مردون کیطرف سے ہوتا ہے وہ مخفی نہین ہے -

(۵) ایلہ کے عیسائی بادشاہ (یوحنا) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک

اھدی ملک ایلۃ للنبی صلعم بغلۃ بیضاء فکساہ بردا وکتب لہ ببحرھم۔
(صحیح بخاری باب قبول ھدیۃ المشرکین صفحہ ۳۵۶)

سفید رنگ کی خچر بطور ہدیہ بھیجی آپنے وہ قبول کی اور اسکو (بطور خلعت) چادر عطا کی اور اس علاقہ کی سرداری لکھدی -

(۶) اکیدر (عیسائی) دومۃ الجندل کے رئیس) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

عن انس ان اکیدر دومۃ اھدی الی النبی صلعم جبۃ سندس (بخاری صفحہ ۳۵۷)

خدمت مین ایک ریشمین جبہ ارسال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا -

ہدیہ کا قبول کرنا ایک نوع اعزاز اور وسایل محبت سے ہے - اسی نظر سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تھادوا تحابوا یعنے آپسمین ہدیہ لو اور دو - اِس سے تمہاری آپکی محبتین بڑہین گی -

(۷) آنحضرت صلعم اون کفار سفیرون کو جو سلاطین (مخالفین اسلام) کیطرف

اجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم (بخاری صفحہ ۴۲۹)
ای اکرموھم بالضیافۃ والتطییب لنفوسھم والاعانۃ لھم سواء کانوا مسلمین او کفار

سے آپکے پاس آتے تھے انعام عطا فرماتے تھے اور اس امر کی اپنے جانشینون کو تاکید کر گئے -

(۸) آنحضرت صلعم نے ہرقل (عیسائی بادشاہ روم) کو خط لکھا اور اوسمین اوسکو

من محمد بن عبد اللہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی (بخاری صفحہ ۴)

بخطاب عظیم الروم مخاطب فرمایا یہہ شرطی اور ضمنی سلام بھی اوسکو لکھا -